

شفیق الرحمان کے سفرنامہ "دجلہ" میں مغربی عناصر

شازیہ محمود

پی ایچ ڈی سکالر شعبہ اردو جامعہ، پشاور

پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شاہین

پروفیسر شعبہ اردو جامعہ، پشاور

Abstract

Shafiq Ur Rahman is one of the modern Urdu comic writers. He was famous for his romantic fiction and humorous essays. His literary activities span for almost half a century. They have more humor than the satire. In 1942 his first book "Kirnay" was published. "Shagofy", "Lahray", Maddojazar, "Hamaqaty" and "Pachtaway" appeared one after the other at intervals throughout the year, due to which his fame increased. His travelogue "Dajla" has a unique status in the modern travelogues of Urdu literature. His military service provided him an opportunity to work with the British, Australian, New Zealandian, American, Chinese, Iraq and other nations so as to observe their culture and customs. That's why the influence of western civilization is evident in most of his writings. His writings reflect western civilization in great detail. The atmosphere of his fictions is adorned with western civilization. The artistic skill with which he described the western civilization and observed its custom, culture, way of life and the familiar words of the local dialect. Therefore all such Western elements will be explored and research and criticized.

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں، پاکیزہ کرنا، اصلاح کرنا یا برداشت کرنا۔ نورالغلت میں تہذیب کے معنی پاک کرنا، آرائیگی کرنا، اصلاح کرنا، شائستگی دینا۔ اصطلاحی طور پر اس کا تعلق اُس ذہنی ساخت سے ہے، جس سے افراد و ملت کے سیرت و کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ فی زمانہ تہذیب کسی قوم کی زندگی کے خدوخال، رسم و رواج، اصول و ضوابط اور طرز بود و باش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے دوسرے لفظوں میں کسی قوم کے وہ خدوخال جو اُسے دوسرے قوموں سے الگ اور ممتاز کر لے، تہذیب کہلاتا ہے۔

تہذیب کا لفظ ایک وسیع المعانی اصطلاح ہے۔ تہذیب انسانی زندگی کے گزر بسر کرنے کا طریقہ ہے۔ اس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے یہ ہماری زندگی کی ناقابل تقسیم اکائی ہے اور اس میں نئی تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ دوسری تہذیبوں سے اس کا واسطہ پڑتا ہے اور ان کے اثرات اس پر مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے تہذیب تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ تہذیب انسانوں کی ہے اور یہ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں مغربی مفکر سیویٹیل پی ہنگمن کی رائے میں

"انسانی تاریخ تہذیبوں کی تاریخ ہے۔ انسانیت کے ارتقاء کو کسی دوسرے تناظر میں سوچنا

بھی ناممکن ہے۔ تہذیبوں کی کہانی نسلوں پر محیط ہے"۔ ۱۔

تہذیب کسی قوم کی عکاس ہوتی ہے ہر تہذیب دوسری تہذیب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ جس طرح مشرق پر مغربی تہذیب کے گہرے اثرات ہیں۔ یہ اثرات ہماری زبان و ادب پر بھی پڑے ہے۔ ہر ادیب اور شاعر کا انداز دوسرے سے مختلف ہے۔ بعض نے یہ اثرات زیادہ قبول کئے اور بعض نے کم، جنہوں نے زیادہ قبول کئے، اُن کے خیالات، احساسات اور جذبات میں اور اُن کے اظہار میں مغربی رنگ نظر آتا ہے۔

اس ضمن میں شیخ الرحمن کا نام لیا جاسکتا ہے۔ برطانیہ کے زیر اثر برٹش انڈیا میڈیکل سروس میں ملازمت کے سلسلے میں اُنہوں نے کئی یورپی ممالک اور مشرق وسطیٰ میں اپنی خدمات سر انجام دیں۔ اُن کے معاشروں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ دو سال طب میں اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں انگلینڈ میں گزارے، اس تہذیب و تمدن کا اثر اُن کی زندگی پر ہوا جو اُن کی تحریروں میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کی تحریروں پر مغربی اثرات کی نشاندہی سید ضمیر جعفری نے یوں کی ہے۔

"شیخ الرحمن مغربی تہذیب و تمدن سے بہت متاثر تھے۔ وہ انگریزوں کی منضبط زندگی کے بہت معترف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انگریز الگ چیز ہے اور انگریزی الگ۔ وہ مغرب کی اچھی چیزوں سے استفادے کے قائل تھے 2"

امجد اسلام امجد لکھتے ہیں۔

"شیخ الرحمن نے وقت کے ایک خاص حصے میں سیاحت کی ہے، لیکن ایک بڑے تخلیقی فنکار کی طرح زمانی حد بندیوں کو توڑ کر ان تہذیبوں کی روح میں اتر گئے 3"

ان کی تخلیق "دجلہ" میں مغربی عناصر نمایاں ہیں۔ اس سفر نامہ کو کافی شہرت ملی۔ یہ سفر نامہ مشرق وسطیٰ اور یورپ کی سیاحت پر مبنی ہے۔ اس شاہکار سفر نامہ میں وہ زندگی کے خوبصورت، خلوص اور سچائی پر مبنی کرداروں کے ذریعے تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے ہیں۔ اس سفر نامہ کی تکمیلک افسانوی انداز لیے ہوئے ہیں۔ "دجلہ" اُن کا ایک ایسا کارنامہ ہے۔ جسے صرف سفر نامہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ اس کتاب میں افسانے کا ایجاز و اختصار، داستاوی ادب کا فن، مورخ کا شعور اور ایک مزاح نگار کا زاویہ نظر نمایاں طور پر محسوس ہوتے ہیں۔

"دجلہ" فوجی زندگی کی یادگار ہے۔ اس سفر نامہ میں فوجی کیمپوں کی زندگی خوبصورت الفاظ اور انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تین سفر تین دریاؤں کے نام پر ہیں۔ ہر سفر میں دریا سے متعلق شہر کو اس کے تاریخی پس منظر اور تہذیب میں دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دجلہ میں پہلی سیاحت "مصر" کی ہے اور اس کا عنوان مصر کے دریائیل کے نام پر رکھا گیا ہے۔ اس میں افسانوی رنگ نمایاں ہے۔ دریائے نیل قاہرہ مصر کی تہذیب و تاریخ سے متعلق ہے۔ اسے قاہرہ کا سفر نامہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصر قدیم سلطنت شمالی افریقہ کی ایک قدیم تہذیب ہے۔ بعض مورخ اسے مشرق وسطیٰ کا ایک ملک شمار کرتے ہیں۔ اس کا دارالخلافہ قاہرہ دریائے نیل کے کنارے واقع ہے۔ مصری تہذیب عیسیٰ کی پیدائش سے کئی ہزار سال پرانی ہے اسے تہذیبوں کا گوارہ بھی کہتے ہیں۔

دوسرا سفر دریائے ڈینیوب کے نام سے وی آنا (آسٹریا) کا ہے۔ اس سیاحت میں افسانوی رنگ نیل سے کئی گنا زیادہ ہے۔ یہ سیاحت کم اور تاریخ زیادہ ہے۔ دریائے ڈینیوب یورپ کے ایک دریا کا نام ہے جو جرمنی کے جنوبی پہاڑوں Black Forests سے نکلتے ہوئے مرکزی اور جنوب مشرقی یورپ کے تقریباً 10 ممالک میں ہوتا ہوا، 2850 km کی مسافت طے کر کے بحیرہ اسود Black Sea میں گرتا ہے۔ ان ممالک میں جرمنی، آسٹریا، ہنگری، کرواٹیا، سربیا، رومانیہ، بلغاریہ، مالڈو اور یوکرین شامل ہیں۔ خاص خاص ملکوں کے دارالخلافے اور مشہور شہروں میں پاسو، لورالم (جرمنی) جہاں اُن سٹائن پیدا ہوئے تھے۔ ویانا (آسٹریا) بدایشٹ (ہنگری) کا دارالخلافہ، بلغراد (سربیا) کا دارالخلافہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ دریا یورپ کی سب سے بڑی تجارتی شاہراہ ہے یہی وجہ ہے کہ صدیوں تک مختلف قومیں ڈینیوب کی وادیوں پر قبضہ جمانے کے لیے نہر آزماری ہی ہیں۔ ڈینیوب تو افسانوی انداز میں لکھا گیا ہے، مگر جگہ جگہ اس میں ناول اور داستان کا سا گمان کیا گیا ہے۔ اس میں ڈینیوب سے متعلق معشیت اور معاشرت کی خوبصورتی کے ساتھ مرتع کشی کی گئی ہے۔ ڈینیوب صرف ویانا کے متعلق ہے جو کہ آسٹریا کا دارالخلافہ ہے۔

اپنے محل وقوع اور ملک کے لحاظ سے ڈینیوب کے مختلف نام ہیں مثلاً جرمنی میں اسے "دانا"، آسٹریا اور ہنگری میں اسے دُنا، سلواکیہ میں اسے "دوناج"، سربیا، کرواٹیا اور بلغاریہ میں اسے "دونائو"، رومانیہ میں اسے دونیر یا اور یوکرین میں اسے "دونے" کے ناموں سے پکارتے ہیں۔

دھند کسی فوجی کیمپ کی کہانی معلوم ہوتی ہے جو اونچے اونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ ایک صحت افزا مقام ہے جہاں سردیوں میں برف پڑتی ہے۔ یہ خاصا کامیاب اور دلچسپ ہے۔ یہ پہاڑ پر موجود ایک کیمپ کی سرگرمیوں کی داستان ہے۔ یہ کیمپ کی زندگی کی چند دنوں کی تصویر ہے۔ یہ تصویر دھندلی ہے اور صرف ایک رخ کی تصویر ہے۔ شاید اسی وجہ سے مصنف نے اس کا عنوان دھند رکھا ہے۔

دریائے دجلہ، بغداد میں ہے۔ دریائے دجلہ کی کل لمبائی تقریباً 1750 کلومیٹر ہے۔ یہ آرمینیا اور مشرقی ترکی کے پہاڑوں سے نکلتا ہوا شام کی سرحد کے ساتھ ساتھ تقریباً 44 کلومیٹر ہوتا ہوا عراق میں داخل ہوتا ہے اور تقریباً 1300 میل کی مسافت طے کرتا ہوا قرنا (بصرہ) کے قریب دریائے فرات کے ساتھ جا ملتا ہے۔ یہاں یہ دونوں دریا "شط العرب" میں سے ہوتے ہوئے خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ بغداد عراق کا دارالخلافہ بنا اور 762ء میں آباد ہوا۔ عباسیوں کے دور حکومت میں اس نے خوب ترقی کی، علم و فنون کا مرکز رہا۔ 1258ء میں منگولوں نے اسے تباہ و برباد کیا، بچی کچی کسر 1401ء میں تیورنگ نے پوری کی۔ اس کے بعد 1638ء سلطنت عثمانیہ کے قبضے میں چلا گیا۔ اور مسلسل 300 سال تک سلطنت عثمانیہ کے زیر اثر ایک آزاد نیم خود مختار صوبہ رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانیہ نے عراق پر قبضہ کر لیا اور پھر زمانے کے الٹ پھیر کی وجہ سے آخر کار 3 نومبر 1932ء کو علیحدہ آزاد ریاست بنا۔ دوسری جنگ عظیم میں شام جو عراق کا ہمسایہ ملک ہے، فرانس کے زیر اثر رہا۔ جب 1940ء میں فرانس نے ہتھیار ڈال دیئے تو برطانیہ نے اسے بھی اپنی تسلط میں لے لیا تاکہ عراقی تیل کی برطانیہ کو فراہمی یقینی بنائی جاسکے

ان تاریخی واقعات کی اثر پذیر تہذیب و تمدن پر بھی دکھائی دی۔ شفیق الرحمن نے دریائے دجلہ کی تاریخ کے بعد وہاں کے مظاہر فطرت کی منظر کشی سے سفر نامہ میں جان ڈالی ہے۔ مغربی ادب میں منظر نگاری اور واقعہ نگاری کو نمایاں حیثیت حاصل ہے اس کا اثر ہماری اردو ادب پر بھی پڑا ہے۔ منظر نگاری اور واقعہ نگاری شفیق الرحمن کی انفرادیت ہے۔ موقع محل کے مطابق منظر نگاری کو نہایت سادہ اور خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اپنے سفر نامے دھند میں کچھ اس طرح منظر کشی کرتے ہیں

"موسم صاف ہوتے ہی سب کچھ چمک اٹھا۔ ہریالی نے پہاڑیوں میدانوں پر سبز مخمل پھیلا دی۔ خود رو پھولوں کے رنگ برنگے تختے چاندی کے تار جیسے نالے اور چشمے، خوشنماںج۔ سارے منظر پر یوں کشیدہ کاری کرتے کہ اس کی دلکشی دو بالا ہو جاتی۔" 4

اس کے علاوہ شفیق الرحمن کے سفر نامہ دجلہ میں مغربی تہذیب کے مختلف عناصر کچھ اس انداز میں ملتے ہیں۔ جیسے وہ شراب نوشی کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ مغرب میں شراب نوشی پر پابندی نہیں اور خوب پی جاتی ہے۔ اوائل عمر ہی سے وہ لوگ شراب نوشی کے عادی ہو جاتے ہیں۔ ان کی ہر مخمل شراب کے بغیر ادھوری رہتی ہے۔ مغربی تہذیب کا یہ اثر یہاں بھی پھیلتا نظر آتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہاں چوری چھپے پی جاتی ہے اور مغرب میں کھلم کھلا شفیق الرحمن کے افسانوں، ناولوں اور سفر ناموں میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اور قمار بازی جو اس معاشرے میں عام ہے۔ اس کے لیے باقاعدہ مراکز کھولے گئے ہیں۔ اور انھیں حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔

شفیق الرحمن اپنے سفر نامے میں اس کا ذکر اس طرح سے کرتے ہیں۔

"ہیمل ساتھ آنے لگا تو دلبر نے منع کر دیا۔" یہ ہم تینوں کا معاملہ ہے، آج تم اکیلے تھیٹر دیکھ آؤ۔" دلبر سیدھا ہمیں قمار خانے میں لے گیا۔ اندر پہنچے، وہاں بالکل کمرہ امتحان والی خاموشی طاری تھی۔ کسی کونے میں کبھی سرگوشیاں ہونے لگتیں تو سب فوراً مڑ کر دیکھنے کہ یہ کون نقل کر رہا ہے۔ جوئے کی مشین کی گھومتی ہوئی سوئی رکتی اور سناٹا چھا جاتا، چہرے زرد پڑ جاتے۔" 5

جس طرح ہر مذہب کے اپنی تہوار ہوتے ہیں اسی طرح انگریز کرسمس بطور ایک اہم تہوار مناتے ہیں۔ شفیق الرحمن نے فوجی ملازمت کے سلسلے میں یورپ میں کافی عرصہ گزارا۔ اس لیے انہوں نے وہاں کے تہواروں کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یورپ کے تہواروں میں کرسمس کا ذکر کیا ہے۔

"دجلے کے کنارے کرسمس منایا جا رہا تھا۔ کیمپ میں بڑی رونق تھی۔ دن میں افسروں اور جنٹوں کے درمیان فٹ بال کا میچ ہوا مگر اس طرح افسروں کے گول میں مشین گن نصب تھی۔۔۔۔۔ چنانچہ کھیل ختم ہونے تک کوئی گول نہیں ہوا۔ پھر افسر سار جنٹوں کے میس میں گئے جہاں انہیں سوائے کرسمس کے سال بھر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ اور بات تھی کہ میس ایک معمولی سا خیمہ تھا۔" 6

مغرب کا فیشن مشہور ہے۔ عورتیں اپنا اصل چہرہ چھپانے کے لئے بے انتہا میک اپ کرتی ہیں۔ یہ بیماری تو خیر اب یہاں بھی پھیل چکی ہے اور ہر کوئی اس میں مبتلا نظر آتا ہے یہ چیزیں شفیق الرحمن کے سفر نامے میں جا بجا نظر آتی ہیں۔

اردو ادب میں طنز و مزاح کی ابتدا مغرب سے ہوئی اس لیے انگریزی ادب کا طنز و مزاح مشہور ہے۔ دوسروں کو ہنساتے ہیں خود اپنے اوپر بھی ہنستے ہیں اور شفیق الرحمان کا انگریزی ادب کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ انہوں نے سٹیفن لی کاک، مارک ٹوئن، چارلس ڈکنس، جوزف کونادو، موپساں کو بطور خاص پڑھا اور انہوں نے ان کا اثر قبول کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریروں میں طنز و مزاح کا موتی جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔ وہ کسی نہ کسی واقعہ میں خود کوئی ناہمواری دریافت کر لیتے ہیں اور پھر اسی سے مزاح پیدا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں قہقہہ بھی ہے اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ کا سامان بھی۔ محمد خالد اختر ان کی طنز و مزاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میں نے شفیق کے قہقہوں سے اونچے اور صحت مند قہقہے اور کسی کے نہیں سنے اور میں کسی کو

نہیں جانتا جس کی باتوں میں اتنی گھنگٹی اور چمک ہو۔" 7

آزاد خیالی اور روشن دماغی مغرب کی اہم خصوصیات ہیں۔ اس معاشرہ میں مدر پدر آزادی ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کا آزادی اور بے جہانگی کے ساتھ ملنا اور اس میں دوستی کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے روشن خیالی تصور کیا جاتا ہے۔ شفیق الرحمان اپنے سفر نامے "دجلہ" میں لڑکے اور لڑکیوں کی آزاد خیالی اور ان کے بے تکلفانہ میل میلاپ کا ذکر کھل کر کیا ہے۔ لیکن کہیں بھی عربانی یا جنس نگاری کا نشانہ نہیں۔ جبکہ یہی چیز ان کے سفر نامے کا محور ہے۔

انگریزوں کی زندگی میں معاشرے عام ہیں اور دوسروں کی محبوباؤں اور بیوی سے عشق لڑانا کوئی معیوب بات نہیں سمجھی جاتی شفیق الرحمن اس عنصر کو نمایاں کرتے ہیں اور انگریزوں کی لائیلی زندگی کی ایسی روشن تصویر پیش کرتے ہیں کہ ہم بھی ویسی ہی لائیلی اور فکر دوں سے پاک زندگی کی خواہش کرنے لگتے ہیں۔

شفیق الرحمن کی ہاں مغربی انداز پایا جاتا ہے۔ ان کی مغربیت بطرس اور محمد خالد اختر کی طرح نہیں بطرس کے ہاں موضوعات ہر جگہ مقامی خصوصیات کا رنگ نظر آتا ہے۔ کہیں بھی یہ گمان نہیں ہوتا کہ بطرس مغرب کے دلدادہ رہے ہیں۔ محمد خالد اختر کے ہاں بھی یہی انداز ہے۔ اگرچہ ان کے ہاں بھی مغربی رنگ براہ راست آیا۔ لیکن انہوں نے بھی یہ رنگ صرف اسی حد تک اپنایا ہے کہ ان کی تحریروں کا مشرقی ماحول متاثر نہ ہو مگر شفیق الرحمان کے ہاں تو کہیں کہیں مقامی فضا نظر آتی ہے اس کے ساتھ ساتھ پس منظر بھی مغربی ہے۔ یہ مصنف کی تہذیبی مجبوری ہے کیونکہ وہ اسی ماحول کے پروردہ ہے۔

شفیق الرحمان کا تاریخ و تہذیب کا خاصا مطالعہ تھا۔ انہوں نے مغربی اور مشرقی تہذیب کا گہرا مشاہدہ کیا ہوا تھا۔ وہ مشرقیت اور مغربیت کا موازنہ کرتے ہوئے مغرب میں وی آنا شہر کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"کہا جاتا ہے کہ وہی آنا تین تھتھے ہیں۔ ڈینیوب، ہابس برگوں کا کنبہ اور والز۔ یہ شہر کسی زمانے میں یورپ کی سب سے بڑی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔" 8

"دجلہ" سفر نامہ ہے لیکن سفر نامے کے اس چلن سے ہٹ کر ہے جو ہمارے ہاں رائج ہے۔ چونکہ شفیق الرحمن پر مغربی تہذیب کا بڑا اثر ہے۔ اسلئے اس سفر نامے میں انہوں نے غیر ملکی اشیاء، غیر ملکی افراد اور ان کے رسم و رواج کو سنے اور خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ اس سفر نامے میں ان کے مخصوص مزاح کے نقوش بھی ملتے ہیں۔ ان کی یہ طرافت مغربی طرز کی ہے یہ رنگ ان کی تحریروں کے ماحول، واقعات اور کرداروں میں واضح ہے۔ ماحول بڑا صاف ستھرا اور خوبصورت ہے ان کی کردار بھی مغربی رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں۔ ان کی تہذیبی رکھ رکھاؤ لباس، وضع قطع، نشت و برخاست ہر چیز مغرب زدہ ہے۔ ان کے کرداروں کے پسندیدہ لوگ، ادیب فلسفار، کھلاڑی سب مغربی انداز فکر کے حامل ہیں۔ ان کے کرداروں کے پسندیدہ کھیل بھی وہی ہیں جو مغرب میں زیادہ مقبول ہیں یا اعلیٰ سوسائٹی کے پسندیدہ ہیں۔

"دجلہ" میں انہوں نے ہلکے پھلکے افسانوی انداز کو اپنایا ہے جو قاری کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث بن جاتا ہے۔ "دجلہ" میں ہمیں مغربی ماحول میں سانس لینے کا موقع ملتا ہے۔ شفیق الرحمن کے قلم نے ایسی رومانوی دلکش فضا تخلیق کی ہے کہ مشرقی قاری یہ جانتے ہوئے کہ مغربی تہذیب اس کے اجنبی ہے اسے اپنا تصور کرنے لگتا ہے یا کرنے کی آرزو کرتا ہے۔ شفیق الرحمن نے جس طرح مغربی طرز فکر اور تمدن و تہذیب کی عکاسی اپنی تحریروں میں کی ہے شاید ہی کسی اور قلم کار کو نصیب ہو۔

حوالہ جات

1. محمد احسن بٹ (مترجم) تہذیبوں کا تضادم سمو نیل پی، منسٹنگٹن ص 58
2. ضمیر جعفری سید "خدا شہو کا لانگ مارچ" مشمولہ اُردو اورھ پیج، شفیق الرحمان ایڈیشن، شماره 1995 ص 23
3. امجد اسلام امجد تبصرہ "دجلہ" بحوالہ فنون لاہور جنوری / فروری 1981 ص 642
4. مجموعہ شفیق الرحمان "دجلہ" سنگ میل پہلی کیشنر لاہور 2003 ص 300
5. مجموعہ شفیق الرحمان "دجلہ" سنگ میل پہلی کیشنر لاہور 2003 ص 373
6. مجموعہ شفیق الرحمان "دجلہ" سنگ میل پہلی کیشنر لاہور 2003 ص 354
7. ماہنامہ نقوش لاہور شخصیات نمبر حصہ اول 1956 ص 450
8. مجموعہ شفیق الرحمان "دجلہ" سنگ میل پہلی کیشنر لاہور 2003 ص 383